ایک منفرد شخصیت

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

مؤلف

مولانا مقصود احمد قادری

ناشر

رضا ریسرچ اکیڈمی

تقدیم

مولانا فیصل ندیم احمد قادری

خطیب جامع مسجد امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کالونی گیٹ، شارع فیصل

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی و نسلم علیٰ رسولہ الکریم

اللھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ و ارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ

شجرِ نبوتِ محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دو شاخیں پھوٹیں ہیں، ایک شاخ صحابہؓ کرام کی ہے اور ایک شاخ اہل بیتِ عظام کی ہے، دونوں شجرِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شاخیں ہیں۔ لہٰذا دونوں میں سے کسی ایک شاخ سے محبت کرنا اور دوسری سے بُغض رکھنا اسی طرح ہے جیسے آپ کو شجرِ رسالتِ محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ بُغض ہوا، حضور نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وہ اُمتی قبول ہے جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اہل بیت سے بھی پیار کرے اور آپ کے صحابہ سے بھی محبت کرے۔

حضرت عبداللہ ابن مُغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو، میرے بعد میرے صحابہ کو اپنے طعن و تشنیع کا نشانہ نہ بنانا، جس نے میرے صحابہ سے محبت کی بس اُس نے میری محبت کے باعث اُن سے محبت کی اور جس نے میرے صحابہ سے بُغض رکھا اُس نے میرے بُغض کی بناء پر اُن سے بُغض رکھا اور جس نے مجھ سے بُغض رکھا اُس نے اللہ سے بُغض رکھا، جس نے میرے صحابہ کو اذیت دی اُس نے مجھ کو اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی اُس نے اللہ کو اذیت دی۔ (جامع ترمذی)

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ سے محبت کرو کیونکہ وہ تمہیں اپنی نعمت سے روزی دیتا ہے اور اللہ کی محبت کیلئے مجھ سے محبت کرو اور میری محبت کیلئے میرے اہل بیت سے محبت کرو۔ (مشکوٰۃ المصابیح بحوالہ بیہقی، دلائل النبوۃ)

حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا، میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں جو اُن کی پیروی کرے گا ہدایت پا جائے گا۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، میری اہل بیت سفینۂ نوح کی مانند ہے، جو اِس (اہل بیت کی محبت کی کشتی) میں سوار ہو گیا نجات پا گیا اور جو اِس سے پیچھے رہ گیا ہلاک ہو گیا۔ (مسند امام احمد بن حنبل)

اِن مندرجہ بالا احادیثِ مبارکہ کے تتبع سے یہ امر روزِ روشن سے زیادہ واضح ہوگیا کہ صحابہ کے بغیر ہدایت کی روشنی نصیب نہیں ہوسکتی اور محبتِ اہل بیت کے بغیر کوئی شخص عذابِ آخرت سے نجات نہیں پا سکتا یعنی یہ دونوں لازم وملزوم ہیں، وہ لوگ خوش نصیب ہیں جن کے عقیدے اور ایمان میں حُبِ اہل بیت اور اکرامِ صحابہ دونوں برابر کے درجے میں شامل ہے، یقیناً وہی لوگ راہِ حق پر ہیں اور جنہوں نے دونوں میں سے ایک شے چھوڑ دی اُنہوں نے دین کو بڑھا دیا یا گھٹا دیا اور دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

اسلام میں نبوت ورسالت کے بعد صحابیت کا سب سے بڑا درجہ ہے، تمام دُنیا کے اولیاء، ابدال، غوث وقطب صحابی کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتے، کیونکہ صحابی صحبت یافتۂ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصحاب عام الفاظوں میں محض اصحاب ہی نہ تھے بلکہ وہ خود تاریخ رسالت کا لازمی جزو تھے اللہ تعالیٰ نے اُن کا انتخاب اِسلئے فرمایا تھا کہ وہ حضور علیہ السلام کے معاون ورفیقِ سفر بن کر اُس ربانی مشن کو پائے تکمیل تک پہنچائیں جو حضور علیہ السلام کے ذریعہ پورا کیا جانا مطلوب تھا۔

سرِ دست میرے پیشِ نظر برادرِ عزیز مولانا مقصود قادری زید حبہم کا ایک مضمون بعنوان **حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ منفرد شخصیت** ہے جو اُنہوں نے نہایت آسان اور عام فہم انداز میں تحریر کیا ہے۔ مقصود صاحب قابلِ صد مبارکباد ہیں کہ اُنہوں نے سیّدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات کی تفصیل کا ایک خوبصورت اور قابلِ قدر اجمال ہدیہ قارئین کیا ہے۔

برادرم مقصود قادری نیک سیرت اور صالح صفت نوجوان ہیں اور گزشتہ کئی سال سے مختلف مساجد میں خطابت وامامت کے فرائض انجام دے چکے ہیں اور اب جامع مسجد قادریہ، شاہ فیصل کالونی نمبر ۵ میں خدمات انجام دے رہے ہیں۔ مطالعہ وتحریر کا خوب ذوق وشوق رکھتے ہیں، اگرچہ میدانِ تحریر میں نو وارد ہیں تاہم یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ اگر اِسی طرح محنت اور لگن سے لکھتے رہے تو مستقبل کے اچھے قلم کار ثابت ہوں گے۔ میری دِلی دعا ہے کہ فیاضِ ازل مؤلف موصوف کی اِس کوشش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور اِس تالیف کو زیادہ سے زیادہ نافع بنائے اور مؤلف کو اجرِ جزیل عطا فرمائے۔

آمین یارب العالمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

احقر العباد فیصل ندیم احمد قادری عفی عنہ

یکم رمضان المبارک ۱۴۲۲ھ

17 نومبر 2001ء

نحمدہ' و نصلی و نسلم علیٰ رسولہ الکریم

وادخلنی برحمتک فی عبادک الصالحین

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

سرورِ کونین فخرِ انسانیت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بالواسطہ فیض پانے والوں میں بے شمار ہستیاں ایسی گزری ہیں جو آسمان علم وفضل کے منفرد آفتاب ومہتاب تھے جو اپنے علم وعمل زہد وتقویٰ فہم وفراست میں یگانہ روزگار تھے اور اپنے خون سے کشت ملت کی آبیاری اور گلشن اسلام کو سرسبز وشاداب کر کے منفرد مقام پانے والے تھے۔ لیکن جب ہم حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر حیثیت سے منفرد اور جداگانہ شان کے مالک نظر آتے ہیں۔ چنانچہ قبول اسلام میں آپ منفرد صاحب الرائے ہونے میں یکتا تھے۔ صاحب جمع قرآن ہونے میں یگانہ، ہجرت کرنے میں بے مثال تھے۔

اسلام قبول کرنے میں انفرادیت

تمام صحابۂ کرام علیہم الرضوان حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طالب تھے اور اپنے مقدر کو سنوارنے کیلئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نگاہِ لطف وکرم کے متمنی رہتے تھے۔ مگر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ انفرادی شان تھی کہ آپ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طالب نہیں مطلوب تھے آپ آقائے دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا کا ثمرہ تھے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اے اللہ! عمر بن خطاب یا ابوجہل میں سے کسی کو مسلمان بنا کر اسلام کو معزز و سربلند کردے۔ (تاریخ الخلفاء مترجم اُردو نفیس اکیڈمی)

طبرانی نے بحوالہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھا کہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی، اے اللہ! عمر بن خطاب کے ذریعے اسلام کو سربلند و غالب کردے۔ آپ کے اسلام قبول کرنے پر اللہ تعالیٰ نے نوید مسرت کے طور پر یہ آیت نازل فرمائی:۔

یا ایھا النبی حسبک اللّٰہ و من اتبعک من المومنین (انفال:۶۴)

اے نبی آپ کیلئے اللہ کافی ہے اور مومنوں میں سے آپ کے پیروکار (کافی ہیں)۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام قبول کیا تو جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عمر کے اسلام لانے پر آسمان والوں کی مبارکباد قبول فرمائیں۔ (ابن ماجہ)

حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایمان لانے سے اسلام کی تاریخ میں نئے دور کا آغاز ہوگیا۔ اس وقت تقریباً ۴۰، ۵۰ آدمی اسلام لاچکے تھے۔ عرب کے مشہور بہادر حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اسلام قبول کرلیا تھا۔ تاہم مسلمان بشمول حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے مذہبی فرائض علی الاعلان ادا نہیں کرسکتے تھے اور کعبہ میں نماز پڑھنا تو بالکل ناممکن تھا لیکن سیّدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام قبول کرنے کے بعد دفعتاً یہ حالت تبدیل ہوگئی کہ انہوں نے اعلانیہ اپنا اسلام ظاہر کیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ ارشاد فرمایا، یقیناً ہم حق پر ہیں۔ جس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم خاموش کیوں رہیں؟ یعنی ہمیں علی الاعلان کعبۃ اللہ میں عبادت کرنی چاہئے۔ چنانچہ کافروں نے اوّل اوّل ان پر بڑی شدت کی لیکن وہ برابر ثابت قدمی سے مقابلہ کرتے رہے یہاں تک کہ مسلمانوں نے جماعت کے ساتھ کعبے میں جا کر نماز ادا کی۔

حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمان ہوئے تو اسلام کھل کر سامنے آگیا اور اس کی دعوت اعلانیہ دی جانے لگی۔ ہم کعبۃ اللہ کے گرد حلقے بنا کر بیٹھتے اور بیت اللہ کا طواف کرتے، زیادتی کرنے والے سے بدلہ لیتے اور بدزبانی کرنے والے کو دندان شکن جواب دیتے اور اس پر حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فاروق کے ممتاز لقب سے سرفراز فرمایا۔ یعنی وہ جس کی وجہ سے اسلام و کفر حق و باطل کا فرق نکھر کر سامنے آگیا۔ چنانچہ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی زبان اور ان کے دل کو حق سے سرفراز فرمایا اور وہ فاروق ہیں جن کے ذریعے حق و باطل میں تفریق کی گئی۔ (تاریخ الخلفاء مترجم اُردو نفیس اکیڈمی)

جمع قرآن میں انفرادیت

خلیفۂ اوّل حضرت صِدّیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دَور میں حق و باطل کا معرکہ شروع ہوا اور ارتداد کے فتنے کو کچلنے کیلئے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابۂ کرام علیہم الرضوان کے لشکر روانہ کیے جن میں اکثریت حفاظ کرام کی تھی۔ اگرچہ اس فتنہ کا خاتمہ کر دیا گیا اور مسیلمۂ کذاب کی جھوٹی نبوت اس کے منطقی انجام تک پہنچا دی گئی مگر حفاظ کرام کا بھی جانی نقصان زِیادہ ہوا۔ اس سانحہ میں صِرف اور صرف حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی انفرادی شخصیت ہمیں نظر آتی ہے جن کو یہ فکر دامن گیر ہوتی ہے کہ ان جنگی سلسلوں میں حفاظ قرآن کی شہادت کی یہی رفتار رہی تو ہم اللہ تعالیٰ کی مقدس کتاب سے محروم نہ ہو جائیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سب سے پہلے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ مشورہ دیا کہ قرآنِ پاک کو جمع کر کے محفوظ کر لیا جائے۔ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ اے عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! میں وہ کام کیسے کروں جسے اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہ کیا لیکن سیّدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیہم اِصرار کے باعث آپ کو بھی اس کام کی اہمیت کا اندازہ ہو گیا۔ اس طرح آج ہمارے ہاتھوں میں جو صحیفۂ قرآن موجود ہے وہ صِرف حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نظر صائب اور فکر راسخ کا ثمرہ ہے اور آپ کی انفرادی شان کا اِظہار ہے۔

عدل و انصاف میں انفرادیت

عدل سے مراد برابری وانصاف ہے نیکی وبدی دونوں میں برابر کا بدلہ عدل کہلاتا ہے۔مگر ہر برابر ناپی تولی ہوئی شے عدل نہیں کہلاتی بلکہ حقوق کا توازن وتناسب کے ساتھ ادا کرنا عدل کہلاتا ہے۔مثلاً حقوقِ شریعت میں عدل مساوات و برابری کا نام ہے۔ مگر معاشرتی زندگی میں اعلیٰ وکمتر درجے کے الگ الگ خدمت انجام دینے والوں کا معاوضہ اور والدین اور اولاد کے درمیان معاشرتی و اخلاقی مساوات عدل نہیں کہلاتی۔ اللہ تعالیٰ جب عدل کا حکم دیتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہر شخص کو اس کے اخلاق، معاشرتی، قانونی، معاشی و سیاسی غرض یہ کہ ہر طرح کے حقوق پوری ایمانداری کے ساتھ ادا کیے جائیں تاکہ اس پر کوئی زیادتی نہ ہو۔یہی مفہوم قرآنِ کریم کی اس آیت کا ہے:۔

ان اللہ یامرکم بالعدل و الاحسان (انفال:۶۴)

بے شک اللہ تمہیں عدل واحسان کا حکم دیتا ہے۔

درحقیقت کسی معاشرے کا صحت مند بنیاد پر قائم ہونا عدل وانصاف اور احسان وکرم پر مبنی ہے۔خصوصاً اسلامی زندگی عدل وانصاف کے بغیر پوری نہیں ہوتی۔رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تمام زندگی بے نظیر و بے مثیل عدل و انصاف پر قائم تھی اس لئے کہ آپ کے ربّ نے آپ کو یہی حکم دیا تھا۔ارشاد ہوتا ہے:۔

قل امر ربی بالقسط (سورۃ الاعراف:۲۹)

اے محبوب آپ اعلان کردیجئے کہ میرے ربّ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں انصاف کروں۔

حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے، میری اُمت کے دو گروہ ہیں جن کو میری شفاعت نصیب نہیں ہوگی وہ فرمانروا جو ظالم ہو اور وہ شخص جو دھوکہ کرنے والا اور دِین کی سرحدوں کو توڑنے والا ہو۔

اسلام عدل کا جو جامع نظریہ پیش کرتا ہے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس سے بخوبی واقف تھے۔آپ نے قرآن وحدیث کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے نظریۂ عدل پر پورا پورا عمل کیا کیونکہ آپ سمجھتے تھے کہ کسی بھی معاشرے کی فلاح اور استحکام عدل وانصاف کے بغیر ناممکن ہے یہی وہ تعلیم ہے جس نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں احساس ذمہ داری پیدا کردی تھی۔

تاریخ میں بڑے بڑے مدعیان عدل وانصاف گزرے ہیں جنھوں نے کسی حد تک معاشرے میں عدل کے ذریعے امن وآشتی قائم کی۔لیکن اس سلسلے میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی انفرادیت وخصوصیت تھی جس نے آپ کی حکومت کو مقبول عام بنادیا تھا۔ آپ ہمیشہ بے لاگ انصاف کرتے جس میں دوست دشمن کی کچھ تمیز نہ تھی۔ممکن تھا کہ لوگ اس بات سے ناراض ہوتے کہ وہ جرائم کی پاداش میں کسی کی عظمت وشان کا مطلق پاس نہیں کرتے۔لیکن جب وہ لوگ یہ دیکھتے کہ خاص اپنی آل واولاد اور عزیز واقارب کے ساتھ بھی ان کا یہی برتاؤ ہے تو لوگوں کو صبر آجاتا اور وہ مطمئن ہوجاتے۔چنانچہ جب آپ کے بیٹے ابوشحمہ نے شراب پی تو آپ نے خود اپنے ہاتھ سے اسے اسّی کوڑے مارے اور اسی صدمے میں ان کا انتقال ہوگیا۔ (الفاروق:علامہ شبلی نعمانی)

علامہ پیر کرم شاہ صاحب الازہری علیہ الرحمۃ اپنے مقالات میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایمان افروز واقعہ تحریر فرماتے ہیں:۔

عہدِ فاروقی میں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ مصر فتح کرتے ہیں۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں وہاں کا گورنر مقرر کر دیا۔ ان کا ایک لڑکا جس کا نام محمد تھا اسے گھوڑا دوڑ کا بڑا شوق تھا۔ ایک مصری نے ان کیساتھ گھوڑا دوڑایا اور جیت گیا۔ مصر کے فاتح حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے بیٹے کو بڑا غصہ آیا اور اسے کئی بید رسید کیے اور کہا خذها وانا ابن الاکرمین (کہ اور بید کھا تم مجھے نہیں پہچانتے میں بڑے معزز و محترم آباؤ و اجداد کا چشم و چراغ ہوں) مصری مار کھانے کے بعد دادرسی کیلئے مدینہ طیبہ پہنچتا ہے اور عدالتِ فاروقی کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے۔ اس کی فریاد سن کر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنا قاصد مصر روانہ کرتے ہیں تاکہ عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور انکے بیٹے محمد کو ساتھ لے کر فوراً حاضر ہو۔ چند روز کے بعد دونوں مدینہ طیبہ پہنچ گئے اور عدالتِ فاروقی میں پیش کیے گئے۔ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا شاگرد رشید اور جانشین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فاتح مصر اور ایک عام مصری کے مقدمے کی سماعت کر رہا ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بلند آواز سے فرمایا، ابن المصری وہ مصری کہاں ہے؟ وہ حاضر ہوتا ہے اور اس کے ہاتھ میں اپنا دُرّہ دیتے ہیں اور حکم دیتے ہیں، فاضرب بها ابن الاکرمین (کہ معزز و محترم آباؤ اجداد کے اس چشم و چراغ کو کوڑے لگاؤ) جس طرح اس نے تجھے کوڑے لگائے تھے۔ وہ کوڑے لگاتا رہا عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے بیٹے کو پٹتے ہوئے دیکھ رہے ہیں لیکن کسی کو مجال دم زدن نہیں۔ فاروق اعظم فرماتے جاتے ہیں اے مصری اور مار، اور مار، جب مصری اپنے دل کی بھڑاس نکال چکا تو آپ نے کہا، اب ذرا فاتح مصر کی خبر لو! ان کے بیٹے نے تجھے مارنے کی جرأت اس لئے کی کہ وہ اپنے آپ کو مصر کے فاتح کا بیٹا سمجھتا تھا۔ مصری عدل و انصاف کے اس نرالے منظر کو دیکھ کر حیران ہو رہا تھا عرض کرنے لگا، اے امیر المؤمنین! جس نے مجھے مارا ہے میں نے اس سے بدلہ لے لیا، اس میں عمرو بن عاص کا کوئی قصور نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ غصہ سے عمرو بن عاص کی طرف دیکھ کر فرماتے ہیں، یا عمرو متیٰ تعبدتم الناس وقد ولدتهم امهاتهم احراراً اے عمرو جن لوگوں کو ان کی ماؤں نے آزاد جنا ہے ان کو تم نے کب سے غلام بنا لیا ہے۔

(مقالات از علامہ پیر کرم شاہ الازہری، جلد ا ص ۳۴۷)

ملک شام کے علاقے میں مجاہدین اسلام کفّار سے نبرد آزما ہیں دشمن زیر ہو رہے ہیں۔ اسی اثناء میں دشمنوں کی طرف سے پیش کش ہوئی کہ ہم لوگ بیت المقدس کی کنجیاں بغیر ضرب وحرب کے آپ لوگوں کے حوالے کرنے کو تیار ہیں مگر ہم خود مسلمانوں کے خلیفہ اور امیر المؤمنین سے یہ معاملہ کرنا چاہتے ہیں۔

مدینہ طیبہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس قاصد بھیجا گیا، امیر المؤمنین آنے کیلئے راضی ہو گئے۔ شام اور بیت المقدس میں خلیفۃ المسلمین کی آمد کا غلغلہ مچ گیا۔ وقتِ مقررہ پر اہل شام گھروں سے باہر نکل کر مسلمانوں کے باعظمت خلیفہ کی زیارت کرنے کے منتظر ہیں۔ بہت اِنتظار کے بعد گرد وغبار کا دامن چاک ہوا اور ایک اُونٹ پر سوار اور مہار پکڑے ہوئے ایک شخص برآمد ہوئے۔

یہ تھے مسلمانوں کے امیر خلیفۃ المسلمین فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے غلام۔ مدینہ طیبہ سے یہاں تک کا سفر اس طرح ہوا کہ امیر المؤمنین اونٹ پر سوار ہوتے تو غلام پیدل چلتا اور غلام اونٹ پر بیٹھتا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدل چلتے۔ اونٹ کی دوسری نشست کی جگہ امیر المؤمنین کا زادِ سفر ستو وغیرہ اور اونٹ کی خوراک کھجور کی گٹھلیاں لدی ہوئی تھیں۔ جب مستقر قریب آیا تو غلام نے عرض کی یا امیر المؤمنین لوگ آپکے استقبال کیلئے آرہے ہیں اور آپ پیدل چل رہے ہیں۔ آپ اونٹ پر تشریف رکھیں اور میں پیدل چلتا ہوں۔ آپ نے قبول نہ فرمایا اور کہا میرے اونٹ پر سواری کی باری ختم ہو چکی ہے اب تمہارے سوار ہونے کی باری ہے اور عمر سے یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ دوسرے کی حق تلفی کرے۔ اہل شام نے شتر سوار کو مسلمانوں کا امیر سمجھا مگر غازیان اسلام نے بتایا کہ امیر المؤمنین دراصل وہ ہیں جو غلام کو اونٹ پر بٹھائے ہوئے مہار پکڑ کر آرہے ہیں۔ عدل وانصاف ادائے حق اور مساوات کی اس تابندہ مثال کو دیکھ کر اہل شام نے سر اطاعت سے خم کر دیا اور بیت المقدس کی کنجیاں آپکے قدموں میں ڈال دیں۔

اصحاب الرائے ہونے میں انفرادیت

اُمت محمد یہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں خصوصاً صحابۂ کرام علیہم الرضوان میں بڑے بڑے اصحاب الرائے موجود تھے مثلاً غزوۂ خندق حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے سے ہوا۔ جنگ احزاب کے موقع پر انصار کے سرداروں کی رائے کو ترجیح دی گئی۔ مشہور واقعہ ہے، جنگ بدر کے موقع پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابتداء میں جس جگہ پڑاؤ کیا تھا اسکے متعلق حضرت جباب بن منذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُٹھ کر پوچھا کہ یہ جگہ آپ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اختیار فرمائی ہے یا یہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اپنی رائے ہے؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، نہیں میں نے خود یہ جگہ تجویز کی ہے۔ اس پر انہوں نے عرض کی کہ اس کے بجائے فلاں مقام جنگی حیثیت سے زیادہ موزوں ہے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی رائے قبول فرمائی۔

یہاں یہ اعتراض نہ ہو کہ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جو حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو رائے دے رہے ہیں وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ عقل مند تھے یا آقا دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو رائے قبول فرما رہے ہیں تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم معاذ اللہ عقل و دانائی میں کم تھے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام جہاں سے بڑھ کر عقل وحکمت والے ہیں۔ تمام جہاں کی عقل ایک پیغمبر کی عقل و دانائی کے مقابلہ میں دسواں حصہ ہے اور تمام پیغمبروں کی مجموعی عقلیں حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عقل کا دسواں حصہ ہے اس قدر علم وحکمت فہم و دانائی کے ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:۔

وشاورھم فی الامر و اذ عزمت فتوکل علی اللہ (آل عمران:۱۵۹)

اور کاموں میں ان سے مشورہ لو اور جو کسی بات کا ارادہ کر لو تو اللہ پر بھروسہ کرو۔

اسی لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جنگ وغیرہ اہم کاموں میں انصار و مہاجرین سے رائے لیتے تھے تاکہ معلوم ہو جائے رائے لینا، مشورہ کرنا سنتِ نبوی ہے اور رائے قبول کرنے سے اُمت کو تعلیم دینا تھا کہ ہم صاحبِ وحی ہوتے ہوئے رائے طلب کر رہے ہیں مشورہ کر رہے ہیں تو تم بھی اپنے معاملات میں مشورہ کر لیا کرو۔

لیکن جب اس حوالے سے ہم حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شخصیت کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہاں بھی واحد ہستی اور یگانہ ذات نظر آتے ہیں جو اپنی رائے میں صائب اور اپنی فکر میں راسخ ہیں جو اپنی فکر ونظر میں ممتاز ہیں جن کی رائے موافق خداوندی ہے۔ چنانچہ متعدد آیاتِ قرآنی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے کے موافق نازل ہوئیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے میری رائے سے اتفاق فرمایا ہے۔ (تاریخ الخلفاء مترجم اُردو، صفحہ ۱۲۵)

حضرت سیّدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم سب لوگ بالاتفاق یہ خیال کرتے تھے کہ عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی زبان سے سکینہ جاری ہوتا ہے نیز فرماتے ہیں کہ عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ایک بات کہتے ہیں اور قرآن ان کی تصدیق وموافقت فرماتا ہے۔

(ازالۃ الخلفاء بحوالہ فیوض الباری پارہ دوم صفحہ ۱۵۳)

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جس امر میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر صحابہ کا اختلاف ہوتا تو قرآن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کے مطابق نازل ہوتا۔ (ترمذی شریف)

امام مسلم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا، میں نے اپنے ربّ کی **تین چیزوں میں موافقت** کی:۔

ایک مرتبہ مقام ابراہیم کو دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم مقام ابراہیم کو مصلّیٰ نہ بنالیں؟ تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی، واتخذوا من مقام ابراھیم مصلیٰ (البقرہ:۱۲۵) اور ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کا مقام بنالو۔

دوسرے احکامِ حجاب سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی کہ آپ کی ازواجِ مطہرات کے سامنے ہر قسم کے لوگ آتے ہیں آپ ازواج کو پردے کا حکم دیں تو یہ آیت نازل ہوئی، و اذا سئلموھن من وراء حجاب (الاحزاب:۵۳) جب تم ازواج نبی سے کوئی چیز مانگو تو پردے کی اوٹ سے مانگو۔

تیسرے اسیرانِ بدر کے بارے میں بعض لوگوں نے فدیہ لینے کی رائے دی اس کے مقابلے میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے قتل کی تھی۔اس وقت یہ آیت نازل ہوئی، لولا کتاب من اللّٰہ سبق لمسکم فیما اخذتم عذاب عظیم (الانفال:۶۷) اگر تقدیر الٰہی میں یہ پہلے سے مقرر نہ ہوتا کہ (اجتہادی) خطا میں مواخذہ نہیں ہوتا تو فدیہ لینے پر تمہیں عذاب عظیم ہوتا۔

تین کا ذکر شہرت کے حساب سے ہے، ورنہ ان آیات کی تعداد اور زیادہ ہے۔ (شرح صحیح مسلم جلد سادس صفحہ ۹۱۸)

حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی کنیز حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس جایا کرتے تھے بعض ازواج کو یہ ناگوار لگا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے کہا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تمہیں طلاق دے دی تو اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تم سے بہتر ازواج عطا کردے گا۔اس وقت یہ آیت نازل ہوئی:

عسیٰ ربہ ان طلقکن ان یبدلہ ازواجاً خیراً منکن (التحریم:۸)

قریب ہے کہ اگر وہ تم کو طلاق دے دیں تو اللہ انہیں تم سے بہتر ازواج عطا کردے گا۔

خراج وصولی میں انفرادیت

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے تک خراج وصولی کا اور اس کے نظم ونسق کا باقاعدہ انتظام موجود نہ تھا۔ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں بھی سرسری طور پر اس کیلئے کچھ رقم مقرر کردی جاتی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خراج کے نظم ونسق کی طرف مکمل توجہ فرمائی اس معاملے میں پہلے یہ مشکل پیش آئی کہ امرائے فوج نے اِصرار کیا کہ تمام مفتوحہ مقامات صلۂ فتح کے طور پر انکی جاگیر میں عنایت کیے جائیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ رائے قائم ہوچکی تھی کہ زمین باشندوں کے قبضے میں رہنے دی جائے اور ان کو ہر طرح پر آزاد چھوڑ دیا جائے لیکن اکابر صحابہ کرام میں سے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ اہل فوج کے ہم زبان تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ استدلال پیش کرتے تھے کہ اگر ممالک مفتوحہ فوج کو تقسیم کردیے جائیں تو آئندہ افواج کی تیاری، بیرونی حملوں کی حفاظت، ملک کے امن و امان قائم رکھنے کے مصارف کہاں سے آئیں گے۔ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے تھے کہ جن کی تلواروں نے ملک کو فتح کیا ہے انہی کو قبضے کا حق بھی ہے۔ آئندہ نسلیں مفت میں کیونکر پاسکتی ہے۔ چونکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حکومت کا طریقہ جمہوری تھا یعنی جو فیصلہ ہوتا کثرت رائے پر ہوتا تھا۔ اس لئے عام اجلاس ہوا، جس میں تمام مہاجرین وانصار شریک ہوئے۔ حضرت عثمان، حضرت علی اور حضرت طلحہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) نے فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے سے اتفاق کیا، تاہم کوئی فیصلہ نہ ہوسکا کئی دن تک یہ مرحلہ رہا۔

آخر کار حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کو دفعتاً قرآنِ پاک کی ایک آیت یاد آئی جو بحث کیلئے نص قاطع تھی یعنی للفقراء المهاجرين الذين اخرجوا من ديارهم و اموالهم (الحشر:٨) ان فقیر ہجرت کرنے والوں کیلئے جو اپنے گھروں سے اور مالوں سے نکالے گئے اور وہ جو انکے بعد آئے۔ اس آیت کے آخری فقرے والذين جاء من بعدهم سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ استدلال کیا کہ فتوحات میں آئندہ نسلوں کا بھی حق ہے اگر فاتحین کو ملک تقسیم کردیا جائے تو آنے والی نسلوں کیلئے کچھ باقی نہیں رہتا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھڑے ہوکر نہایت پرزور تقریر فرمائی اور اس آیت کو استدلال میں پیش کیا۔ تمام لوگ بول اُٹھے کہ بے شک آپ کی رائے بالکل صحیح ہے اور اس استدلال کی بناء پر یہ اصول قائم ہوگیا کہ جو ملک فتح کیے جائیں وہ فوج کی ملک نہیں ہیں بلکہ حکومت کی ملک قرار پائیں گے اور وہاں کے باشندوں کو بے دخل نہیں کیا جائے گا۔ (الفاروق: علامہ شبلی نعمانی)

اذان ہجرت کے پہلے سال شروع ہوئی اور یہ اُمتِ محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہے۔ اذان کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی تعظیم وتکریم کلمہ شہادت اور شعائرِ اسلام کا اِظہار ہوتا ہے۔ اذان دین کا خلاصہ ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیلئے اس سے زیادہ فخر کی کیا بات ہوسکتی ہے کہ یہ شعار اعظم انہیں کی رائے کے موافق قائم ہوا اور یہ انفرادیت وخصوصیت آپ کے حصے میں آئی۔ چنانچہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مدینہ منورہ آنے کے بعد مسلمان نماز کے وقت جمع ہوکر نماز پڑھ لیتے اور اس وقت کوئی شخص اذان نہیں دیتا تھا۔ ایک دن صحابہ نے اس مسئلے میں گفتگو کی بعض نے کہا، عیسائیوں کی طرح فانوس (فانوس سے مراد بڑی ڈنڈی پر چھوٹی ڈنڈی مارنا) بنالو۔ بعض نے کہا، یہودیوں کی طرح سنگھ بنالو۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا، ایک آدمی کیوں نہ مقرر کر لیتے جو نماز کے وقت لوگوں کو آواز دے کر بلائے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اے بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اُٹھو اور لوگوں کو نماز کیلئے بلاؤ۔ (شرح صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ، جلد ا صفحہ ۱۰۷)

پورے عرب میں جیل خانے کا نام ونشان نہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں نہ اس سے پہلے۔ یہی وجہ ہے کہ سزائیں سخت دی جاتی تھیں۔ ابتداءً حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہی اس چیز کو محسوس کرتے ہوئے اوّل مکہ مکرمہ میں صفوان بن امیہ کا مکان چار دِرہم میں خریدا اور اس کو جیل خانہ بنایا پھر اور اضلاع میں بھی جیل خانے بنوائے گئے۔ (الفاروق: علامہ شبلی نعمانی)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیت المال سے لوگوں کیلئے وظیفے مقرر کیے۔ دیوان تیار کرائے، فوج کا مستقل محکمہ قائم کیا، فوجی چھاؤنیاں تیار کرائیں، ہجری سن مقرر کیا، ہجو کی ممانعت فرمائی، سکے کی ایجاد فرمائی، مساجد میں روشنی کا اہتمام فرمایا، مردم شماری کروائی، نہریں کھدوائیں، دُرّے کا استعمال فرمایا، قیاس کا اُصول مقرر کیا، اماموں اور مؤذنوں کی تنخواہیں مقرر کیں......

اس طرح سینکڑوں امورایسے ہیں جن کے آپ موجد ہیں اور مورخین ان امور کا اولیات عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تعبیر کرتے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پوری زندگی قرآن کریم کی عملی تصویر تھی۔ قرآن میں غور وخوض، فکر وتدبر کرنا آپ کا معمول تھا۔ لوگوں میں قرآنی تعلیم عام کرنا آپ کا مشن، یہی وجہ ہے کہ آپ نے اپنے دور کے تمام ممالک میں قرآن عظیم کا درس جاری کیا اور معلم وقاری مقرر کرکے ان کی تنخواہیں مقرر کیں یہاں تک کہ بہت سے مفتوحہ قبائل میں ایسے بدو جو بالکل پڑھنا نہیں جانتے تھے ان کو آپ نے قرآن مجید کی تعلیم جبری طور پر دلوائی۔ چنانچہ ایک شخص کو جس کا نام ابوسفیان تھا چند آدمیوں کے ساتھ مامور کیا کہ قبائل میں پھر کر ہر شخص کا امتحان لے اور جس کو قرآن کریم کا کوئی حصہ یاد نہ ہو اس کو سزا دے۔ (الفاروق: علامہ شبلی نعمانی)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کے فرمانے پر سیّد القراء حضرات مثلاً معاذ بن جبل، عبادہ بن صامت اور ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہم جیسی شخصیات طرح طرح کی صعوبتیں برداشت کرتے ہوئے دُور دراز مقامات پر جاکر قرآن کریم کی تعلیم دیتیں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس میں اکثر قرآنی تذکرہ اور علمی مسئلہ پر گفتگو ہوا کرتی۔ جن لوگوں سے آپ محبت رکھتے وہ عموماً اہل علم وفضل ہوتے تھے اور اس میں وہ چھوٹے بڑے کی تمیز نہیں رکھتے۔ بخاری شریف میں ہے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اہل مجلس اور اہل مشورہ علماء تھے خواہ بڑے ہوں یا جوان۔ فقہ کا بہت بڑا حصہ جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فہم قرآنی کا نتیجہ ہے اور انہی علمی مجلسوں کی بدولت فقہ عمری کہلاتا ہے۔ اس مجلس میں اجلہ صحابہ کرام، ابی بن کعب، زید بن ثابت، عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم موجود ہوتے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان تمام لوگوں کو فضیلت کی وجہ سے نہایت عزیز رکھتے تھے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذکورہ بالا مشن سے کیا وہ لوگ سبق حاصل کریں گے جو قرآن کریم پڑھے بغیر، شریعتِ مطہرہ کے ضروری اور بنیادی مسائل جانے بغیر عبادت میں مشغول رہتے ہیں۔ مسجد میں بیٹھ کر فقط اللہ اللہ کی تسبیح پھیرتے رہتے ہیں۔ جن کو پاکی اور ناپاکی کا خیال ہوتا ہے نہ جن کو حلال وحرم کی تمیز۔ ایسے لوگ اگر عبادت میں محنت شاقہ کرتے بھی ہیں تو انکی مثال حدیثِ مبارکہ میں بیان فرمائی الـمتعبد بغیـر فقه کالمهار بغیر فقہ کے عابد بننے والا (عابد نہ فرمایا بلکہ عابد بننے والا فرمایا یعنی بغیر علم کے عبادت ہو ہی نہیں سکتی عابد بنتا ہے) وہ ایسا ہے جیسے چکی میں گدھا کہ محنت شاقہ کرے اور حاصل کچھ نہ ہو۔ ایک حدیث میں ارشاد فرمایا، کتنے ہی نمازی ایسے ہیں جنہیں نماز میں اللہ تعالیٰ کی دُوری کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ یعنی کامل طہارت نہ ہونے کی وجہ سے قربِ خداوندی سے دوری اور اجر سے محروم کردیے جاتے ہیں۔ تو یہ کتنی افسوس کی بات ہے کہ انسان محنت بھی کرے اور پھل بھی نہ ملے۔

علم ہی نہیں تم میں تو عمل کیا ہوگا جس خیاباں میں شجر ہی نہیں پھل کیا ہوگا

ایسے لوگوں کو چاہیے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی کو مشعل راہ بناتے ہوئے اور آپ کی انفرادی شخصیت کو قابل تقلید نمونہ بناتے ہوئے اپنا تجزیہ کریں اور اس بات کی فکر کریں کہ ان کی محنت ضائع تو نہیں ہورہی۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیاتِ مقدسہ پر نظر عمیق ڈالنے سے یہ بات واضح ہوتی ہیں کہ سیّدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہ صرف قرآن پاک کی تلاوت کرتے بلکہ قرآن مجید فرقان حمید کے فہم و ادراک، غور وخوض اور تدبر میں مشغول رہتے۔ آج اُمتِ مسلمہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس اسوہ سے دُور ہوتی جارہی ہے اور اس دُوری کا نتیجہ ہے کہ قرآن حکیم کی وہ تمام بشارتیں جن میں مومنوں کی کامیابی وکامرانی کا، ان کی مدد واعانت کا ذکر ہے ان سے ہم محروم ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے،

ولا تنھوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مومنین (آل عمران:۱۳۹)

اور نہ سستی کرو اور نہ غم کھاؤ تم ہی غالب آؤ گے اگر ایمان رکھتے ہو۔

وکان حقاً علینا نصر المومنین (روم:۴۷) اور ہمارے ذِمہ کرم ہے مومنین کی مدد کرنا۔

ان اللہ مع المومنین (انفال) اور یقیناً اللہ تعالیٰ مومنین کے ساتھ ہے۔

لیکن زوال وانحطاط ذِلت ورُسوائی ہمارا مقدر بنتی جارہی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس فرمان کے مطابق کہ

اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھدیتم

میرے تمام صحابہ ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے جس کی پیروی کروگے ہدایت پا جاؤ گے۔

ہمیں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ستاروں سے زیادہ روشن اسوہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے قرآن عظیم سے ذوق وشوق کے ساتھ اپنے تعلق کو استوار کرنا چاہیے تاکہ ہم اپنے کھوئے ہوئے مقام کو دوبارہ حاصل کرسکیں اور اپنے زوال کو عروج میں اپنے نشیب کو فراز میں اپنی تاریکی کو روشنی میں تبدیل کرسکیں۔

ارشاداتِ مبارکہ

آخر میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چند ایک پر از حکمت ارشادات جو آپ کی تعلیمات کا نچوڑ ہیں نقل کیے جا رہے ہیں جس کی روشنی میں ہم اپنے صحیح راستہ تعین کر سکتے ہیں اور ایک کامیاب زندگی گزار سکتے ہیں۔ فرمایا،

انی لاکرہ ان اری اکن کم فارغاً سبہللاً فی عمل دنیا ہ ولا فی عمل آخرتہ (روح المعانی بحوالہ ضیاء القرآن)

میں اس بات کو سخت ناپسند کرتا ہوں کہ تمہیں نکما (بے کار) بیٹھے ہوئے دیکھوں۔

نہ تم دنیا کا کوئی کام کر رہے ہو اور نہ تم اپنی آخرت سنوار رہے ہو۔

پیر کرم شاہ صاحب الازہری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس قوم کے تحت اپنی تفسیر ضیاء القرآن میں فرماتے ہیں، فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فارغ کے سبہلل کا لفظ استعمال فرمایا ہے اور خود ہی اسکی تشریح بھی فرمادی ہے بے کار نکما جسے نہ دنیا کی فکر ہو نہ عاقبت کا اندیشہ، ہاتھ پر ہاتھ دھرے صبح سے شام تک وقت ضائع کرتا رہتا ہے۔ یہی فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تربیت تھی جس کی بدولت سے اُمتِ مسلمہ نے چند سالوں میں مشرقی اور مغربی طاقتوں پر فتح حاصل کی اور اپنی عظمت کے پرچم گھاڑ دیے تھے۔ جس بے دردی سے آج ہم اپنا قیمتی وقت برباد کرتے ہیں جس سنگدلی سے ہم اپنے شخص اور ملی فرائض کی ادائیگی میں کاہلی اور بے اعتنائی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ انہیں دیکھ کر خون کے آنسو بہنے لگتے ہیں۔ (ضیاء القرآن)

سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہر بات کو جتنا ممکن ہو سکے خیر پر محمول کر۔

حضرت سفیان ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرمایا حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس لکھا کہ دانائی عمر کے بڑے ہونے سے نہیں (حاصل ہوتی) یہ اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔

تم اپنے آپ کو کمینے کاموں اور برے اخلاق سے بچاؤ۔ (حیاۃ الصحابہ بحوالہ کنز العمال)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بعض عامل کی طرف لکھا اس خط کے آخر میں یہ تھا کہ آسانی کے اوقات میں اپنے نفس کا محاسبہ کر لو۔ اس سے پہلے کہ سختی کے ساتھ حساب لیا جائے۔ اس لئے کہ جس شخص نے آسانی کے وقت میں اپنے نفس کا حساب کیا اس سے پہلے کہ حساب کی سختی میں مبتلا کیا جائے۔ اس کا مقام رضامندی کی طرف لوٹے گا اور لوگ اس پر رشک کریں گے اور جس شخص کو اس کی زندگی نے لہو (کھیل کود) میں مبتلا کیا اور وہ اپنے معاصی میں گم رہا۔ اس کا آخری انجام ندامت اور حسرت ہوگا۔

اس چیز سے رُک جاؤ جس چیز سے تمہیں روکا جائے۔ (ایضاً)

ابن معقول بیان کرتے ہیں کہ حضرت سیّدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے، آخرت کے حساب سے پہلے دُنیا میں اپنا حساب کرلو اور میزان میں اپنے اعمال کے وزن سے پہلے دنیا میں اپنے اعمال کا وزن کرلو۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، خدا نے کائنات تمہارے لئے پیدا کی ہے اور تمہیں اپنی عبادت کیلئے۔ اور فرمایا، اگر تم یہ جاننا چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں تمہارا کیا مقام ہے۔ تو یہ دیکھو کہ خدا کی مخلوق تمہیں کیسا سمجھتی ہے۔

فرمایا، انسان کی عجیب حالت ہے اس کے بیل یا گدھے میں کوئی خرابی پیدا ہو جائے تو اس کی اصلاح کیلئے دوڑ دھوپ کرتا ہے۔ لیکن اس کی اپنی ذات میں جو خرابی پیدا ہو جائے تو اس کی اصلاح کی طرف توجہ نہیں دیتا۔

فرمایا، اگر نہر فرات کے کنارے ایک اونٹ بھی پیاسا مر گیا تو عمر سے اس کی بھی باز پرس ہوگی۔

فرمایا، اللہ تعالیٰ حالات اور زمانے کے تقاضوں سے لوگوں کیلئے نئے مسائل پیدا کرتا رہتا ہے اس لئے ان کے حل کیلئے جدید قوانین کی ضرورت ہوتی ہے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہ وہ اقوال زریں ہیں جو آسمان تاریخ پر درخشندہ ستاروں کی طرح جگمگا رہے ہیں اور چونکہ یہ قرآن مجید کے ابدی حقائق کی ترجمانی کرتے ہیں اس لئے مرور زمانہ ان کی تابندگی پر اثر انداز نہیں ہوسکتا۔ یہ ارشادات عالیہ ہمیشہ ہمیشہ اپنی ضیاء سے لوگوں کے قلوب واذہان کو منور و روشن کرتے رہیں گے۔

فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں اقوالِ صحابہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، روئے زمین پر سب سے زیادہ عزیز مجھے عمر ہیں۔ (تاریخ الخلفاء)

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، جو شخص کسی قوی اور امین شخص کو دیکھنا چاہے وہ عمر کو دیکھ لے۔ (اسد الغابہ)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، لوگو! جب صالحین کا تذکرہ کرو تو عمر کے تذکرے کو مقدم رکھو کیونکہ عین ممکن ہے ان کا قول الہام ہو اور وہ فرشتہ کی زبان بیان کر رہے ہوں۔ (طبرانی)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ کسی کو کتاب اللہ کا عالم، دین میں فقیہ، حدودِ الٰہیہ کا نافذ کرنے والا اور رعب و دبدبہ والا نہیں دیکھا۔ (اسد الغابہ)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا، اگر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا علم ترازو کے ایک پلڑے میں رکھا جائے اور باقی تمام لوگوں کا علم ترازو کے دوسرے پلڑے میں رکھا جائے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا علم راجح ہوگا۔ (اسد الغابہ)

وہ عمر جس کے اعداء پہ شیدا سقر — اس خدا دوست حضرت پہ لاکھوں سلام
ترجمانِ نبی ہم زبانِ نبی — جانِ شانِ عدالت پہ لاکھوں سلام

☆ ختم شد ☆